OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

آزادیِ اظہارِ رائے کے درپیش چیلنجز: اسلامی اور عصری تناظر میں تحقیقی جائزہ

Freedom of Expression and its Challenges: An analytical study in the context of Islamic and Contemporary Perspective

Fatima Javed

Doctoral Candidate, Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan

https://orcid.org/0009-0006-5666-5521

fatimajaved230@gmail.com

Abdul Quddus Suhaib

Professor, Institute of Islamic Studies, Bahauddin Zakariya University, Multan

Abstract

In both national and international contexts, Freedom of expression has already become the issue of most diverse opinion and controversy. This research analyzes freedom of expression within the framework of Islamic perspective and contemporary Western thought, and seeks the responsibilities, limitations and the difficulties associated with this right. It has been illustrated that freedom of speech is available in both traditions, however, neither is permitted to become an instrument of extreme, blasphemous, and urging to hatred. Islamic research within the legal context of The United Nations and the United States, and the European and Pakistani policies, to compare and contrast with diverse Islamic teachings, has also explored the degree of alignment. The paper

CC BY

examines the particular rising problems of the digital era, such as the intentional misuse of social media, the origination of deceptive news, deep fakes, hate speech, Islam o phobia, and the attack on the symbols of the sacred of various faiths, and the Islam o phobia that leads to the fundamental social and international dispute. It is argued that the freedom of opinion has internationally been largely suppressed, and camouflaged from the preservation of social order and the principles of universal brotherhood and humanity.

Keywords: Freedom of Expression, Human Rights, Challenges, Deep Fake, Hate Speech, Western thought

تمہید

اللہ نے انسان کو آزاد پیدا کیا گیا ہے اور آزادئ اظہار رائے ہر انسان کا پیدائشی اور بنیادی حق ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب نے اسے قبول کیا ہے۔ اور تمام قوموں نے اسے تسلیم کرکے اپنے دساتیر کا حصہ بنایا ہے اور اس کی ضمانت دی ہے۔ اظہار رائے کی آزادی کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ ہر انسان تقریر و تحریر اور عمل کے ذریعہ اپنے خیالات کے اظہار میں آزاد ہے۔ آزادی کا مطلب یہ ہے کہ تمام انسانوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بغیر کسی کو پریشان یا ہراساں کیے اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار کریں۔ اظہار رائے کی آزادی جدید تہذیب و تمدن کا قیمتی اثاثہ ہے۔ انسانیت نے آزادی کی یہ نعمت صدیوں کی قربانیوں اور مشکلات کے نتیجے میں حاصل کی ہے۔

آزادی اظہار رائے ہر فرد کو اپنے خیالات، عقائد اور احساسات کو آزادانہ طور پر ظاہر کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ حق جمہوریت کے بنیادی اصولوں میں شامل ہے۔ اور مختلف عالمی معاہدوں اور آئینی دستاویزات میں اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ آزادی اظہار رائے نہ صرف فرد کی ذاتی آزادی کو فروغ دیتی ہے۔ بلکہ معاشرتی ترقی، سیاسی اصلاحات اور عوامی رائے کے ارتقاء میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تاہم، یہ حق غیر مشروط نہیں ہوتا اور بعض اوقات اس پر حدود بھی لگائی جاسکتی ہیں تاکہ کسی فرد یا گروہ کے حقوق، قومی سلامتی، یا عوامی نظم وضبط کو نقصان نہ پہنچے۔

فیروز اللغات میں آزادانہ رائے کا مطلب یہ ہے کہ وہ رائے جس میں کسی کی طرف داری یا دباؤ نہ ہو۔ یعنی بے تعصب رائے۔[1]

Freedom of expression is a core human right which is guaranteed under international law and by virtually every constitutional bill of rights in the world. It is key to human development, dignity, personal fulfillment and the search for truth, and a fundamental pre-requisite for democracy and good governance.[2]

اظہار رائے کی آزادی میں تقریر و تحریر کا حق، رائے کا حق، اختلاف اور تنقید کا حدود میں رہتے ہوئے حق، اور صحافتی آزادی شامل ہے۔ یعنی ہر شخص کو سوچنے کا، مختلف رائے رکھنے کا اور اپنی آرا کے اظہار کا حق حاصل ہے اور یہ حق اس کو اسلام نے عطا کیا ہے۔ اظہار رائے کی آزادی کے ذرائع میں مصوری، موسیقی، مجسمہ سازی اور تحریر سے لے کر عام تقریر تک بے شمار ذرائع شامل ہیں۔ تحریر و تقریر کی آزادی میں کسی شخص کو اپنی رائے اور خیالات کا اظہار کرتے وقت کسی قسم کا ڈر نہ ہو۔ کسی کی طرف سے نقصان پہنچنے کا خوف یا اپنے خلاف کسی قسم کی قانونی کارروائی یا پابندی کا ڈر نہ ہو۔

آزادی اظہار رائے کے قوانین کے تحت، ہر شخص کو اپنے خیالات بے خوفی کے ساتھ بیان کرنے کا حق ہوتا ہے۔ آزادی اظہار رائے کی اہمیت ایک معاشرتی جماعت کے لئے بھی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہ ایک آزاد معاشرتی ماحول پیدا کرتا ہے۔ آزادی اظہار رائے کے ذریعے، لوگ اپنے مسائل اور خواہشات کو سامنے لاسکتے ہیں اور ان کے حل کے لئے بات چیت کر سکتے ہیں۔

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حریت کے بارے میں لکھا ہے:

أما الغلو في الحرية والتهتك وراء الشهوات البهيمية - فلا تجيزه الشريعة الإسلامية. والدين الإسلامي، هو الدين الذي يعمّ النظام بين الورى، ويقمع النفس عن الهوى، ويحرم إراقة الدماء، والقسوة في معاملة الحيوان والأرقاء، ويوصي بالإنسانية، ويحض على الخيرات والأخوة۔[3]

"آزادی و حریت میں غلو اور بہیمی خواہشات کی پیروی کرنا اسلام کی رو سے جائز نہیں ہے۔ یہ دین اسلام ہے جو سارے نظام کائنات کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور انسانی خواہشات پر قابو پاتا ہے۔ خون بہانے اور حیوانات و غلاموں کے لیے سختی کو حرام ٹھہراتا ہے۔ انسانیت کو خیر اور بھائی چارے پر ابھارتا ہے۔"

اسلام ایک شہری اور عوام کی آراء اور آزادی کی حمایت کرتا ہے۔ عہد رسالت میں حضور ﷺ سیاسی و معاشرتی معاملات میں صحابہ کرام سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ جنگی معاملات، جنگ کے لیے مقام کا تعین، قیدیوں کا معاملہ اور ان کے علاوہ بے شمار مسائل سے متعلق صحابہ سے مشورہ کی کرتے تھے۔ خلافت راشدہ کا دور بھی انسانی آزادیوں کے لحاظ سے بہترین مثال ہے۔ خاص طور پر حضرت عمرؓ کے دور کو اظہار رائے کی آزادی کی اعلیٰ مثال قرار دیا جاتا ہے۔ آپؓ مسجد نبوی میں صحابہ کو جمع کرتے اور ہر شخص کو کھل کر رائے دینے کی اجازت ہوتی۔ یہ اسلامی مشاورت کا عملی نمونہ تھا۔ یہ حقوق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، اور کوئی حاکم انہیں سلب نہیں کر سکتا۔ جب اظہار رائے دوسروں کو تکلیف دینے یا فساد کا باعث بنے، تب اسے محدود کیا جاسکتا ہے۔

بین الاقوامی سطح پر، اقوام متحدہ کا اعلامیہ برائے انسانی حقوق (1948ء) اور شہری و سیاسی حقوق کا بین الاقوامی معاہدہ، یورپی اور امریکی ممالک کے قوانین آزادی اظہار رائے کو تسلیم کرتے ہیں، اور قومی سلامتی، عوامی نظم و ضبط اور دوسروں کے حقوق کے تحفظ کے لیے حدود بھی مقرر کرتے ہیں۔

حق آزادی اظہار رائے میں درپیش چیلنجز:

میڈیا کی ترقی اور عروج کے بعد ہر شخص نے اظہار کے حق کا استعمال کرتے ہوئے اپنی رائے اور نظریے کا اظہار کرنے میں حدود و آداب کا لحاظ کیے بغیر جو چاہا کہا اور اس کے خیال کے مطابق وہ جیسا چاہے، عقیدہ رکھے۔ لوگوں کو اپنی سوچ و فکر کے لیے قائل کرے۔ یہ اظہار رائے کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے۔

ٹی وی کی ایجاد کو میڈیا اور ٹیکنالوجی کے انقلاب میں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ جس کے بعد گویا ہر گزرتے سال میں نئی ایجاد ات کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو آج تک جاری ہے ۔ فیس بک، ٹوئیٹر اور سوشل میڈیا کے دوسرے تمام ذرائع بھی انہی ایجادات کی ایک کڑی ہیں۔ جو ہر عام و خاص کے یکساں استعمال میں ہیں۔ میڈیا کے تمام ذرائع کا بنیادی مقصد مختلف علاقوں کے افراد کے درمیان رابطہ و تعلق قائم کرنا، عوام کو باخبر رکھنا اور عوام میں شعور پیدا کرنا ہے۔ سوشل میڈیا نے معلومات تک عام اور آسان رسائی کے ساتھ ساتھ افراد کے لیے تفریح کا بھی خوب انتظام کیا ہے۔ اور اسی کے ساتھ بہت سے چیلنجز کا بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

سوشل میڈیا:

ڈیجیٹل انقلاب نے آزادیٔ اظہار رائے کو نیا رخ دیا ہے، خصوصاً سوشل میڈیا پلیٹ فارمز جیسے فیس بک، ٹوئٹر، انسٹاگرام اور یوٹیوب اس عمل میں مرکزی کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان پلیٹ فارمز کے ذریعے رائے کی تیز رفتار ترسیل اور عوامی رائے سازی ممکن ہوئی ہے۔ مگر اسی کے ساتھ ان کے منفی اثرات بھی نمایاں ہیں۔ بعض اوقات حکومتیں قومی سلامتی، مذہبی جذبات یا عوامی نظم و ضبط کے تحت مواد کو ان پلیٹ فارمز سے ہٹا دیتی ہیں۔ اور بعض اوقات سوشل میڈیا کمپنیاں اپنی کمیونٹی گائیڈ لائنز کی رو سے نفرت انگیز تقریر، پر تشدد یا فحش مواد، جھوٹی خبریں اور سائبر بُلنگ پر مبنی مواد کو فلٹر یا حذف کر دیتی ہیں۔ اس عمل کو بعض حلقے سنسر شپ کہتے ہیں، خاص طور پر جب تنقید یا مخالف سیاسی آوازوں کو خاموش کرایا جاتا ہے۔

سوشل میڈیا کے بڑھتے ہوئے استعمال اور طاقت نے معاشرے کے ساتھ ساتھ، سیاسی میدان میں بھی تبدیلی پیدا کی ہے۔ سیاست دان اور سیاسی جماعتیں ان پلیٹ فارمز کے ذریعے تیز تر پیغام رسانی، عوامی حمایت حاصل کرنے اور مخالفین کے بیانیے کو چیلنج کرتے ہیں۔ ہیش ٹیگز کا استعمال، سروے اور ویڈیوز عوام کی آراء پر فوری اور گہرا اثر ڈالتے ہیں اور سیاسی بیانیے اور نظریے کو فروغ ملتا ہے۔ سوشل میڈیا عوامی رائے سازی میں سب سے مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ اسی طرح یہ سہولتیں آزادیٔ اظہار کے غلط استعمال کے خطرات کو بھی بڑھا رہی ہیں، جیسے کہ نفرت انگیز تقریر، مذہب کی توہین، جھوٹی معلومات اور خبروں کا پھیلاؤ اور ملکی سالمیت کو نقصان پہنچنا بہت بڑے خطرات ہیں۔

آزادیٔ اظہار ایک بنیادی حق ہے جس کے ذریعے لوگ نہ صرف اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں بلکہ معلومات اور خیالات کو دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ لیکن اس آزادی کے غلط استعمال نے جمہوری نظام کی بنیاد کو کمزور کر دیا ہے۔ جب شہری اپنی رائے دینے کے لیے سوشل میڈیا کا رخ کرتے ہیں تو انہیں سچ اور جھوٹ میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس رجحان نے غلط معلومات کی ترویج (misinformation) کو جنم دیا ہے جو سماجی انتشار کا باعث بنتا ہے۔

پاکستان نے ان مسائل سے نمٹنے کے لیے پاکستان الیکٹرانک کرائمز ایکٹ 2016 (PECA)[4] نافذ کیا، جس کے ذریعے جھوٹی خبریں پھیلانے، نفرت انگیز مواد، سائبر دہشت گردی اور دیگر آن لائن جرائم کے خلاف قانونی کارروائی کی جاتی ہے۔ اور، توہین، اور ہراسمنٹ پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ اس قانون کا مقصد شہریوں کو آن لائن تحفظ فراہم کرنا اور ڈیجیٹل دنیا کو محفوظ بنانا ہے۔ پیکا ایکٹ کے تحت مختلف جرائم پر سزائیں مقرر کی گئی ہیں تاکہ آزادی اور ذمہ داری کے درمیان توازن قائم کیا جا سکے۔

پاکستانی قوانین کی رو سے سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر غیر قانونی اور گمراہ کن مواد کو پوسٹ کرنے، مذہبی و مسلکی بنیاد پر گروہ بندی اور اس کے لیے پھیلایا جائے والا نفرت انگیز مواد یا معاشرے میں انتشار پیدا کرنے والے مواد کی اشاعت و ترویج پر سخت سزاؤں کا تعین کیا گیا ہے۔ تاکہ مذہبی ہم آہنگی کو فروغ ملے اور قومی سلامتی کو محفوظ رکھا جا سکے۔ یہ انٹرنیٹ پر نفرت انگیز، دھوکہ دہی، یا فراڈ پر مبنی مواد کو روکنے کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ، دہشت گردی کے متعلق مواد کی تشہیر اور مذہبی عقائد اور شعار کی توہین کو بھی قانون کے زمرے میں جرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ قانون انفرادی آزادی کو محدود کرنے کی بجائے، آن لائن ماحول میں اخلاقی و قانونی حدود کی حفاظت کرتا ہے۔ اس میں شہریوں کی حفاظت، معلومات کا صحیح استعمال، ذاتی معلومات کا تحفظ، اور قومی مفادات کی حفاظت کو ترجیح دی گئی ہے۔

سوشل میڈیا آزادیٔ اظہار کے فروغ کا ایک طاقتور ذریعہ ہے، مگر اس کا غیر ذمہ دارانہ استعمال معاشرتی امن، مذہبی ہم آہنگی اور جمہوری نظام کے لیے سنگین چیلنج بن چکا ہے۔ اس لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ آزادیٔ اظہار اور ذمہ دارانہ رویے کے درمیان توازن قائم رکھا جائے، تاکہ سوشل میڈیا معاشرے میں مثبت کردار ادا کر سکے اور انتشار اور نفرت کو فروغ نہ ملے۔

فیک نیوز:

سوشل میڈیا کے ساتھ ایک بڑا خطرہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے جھوٹی خبریں اور معلومات پھیلانا آسان ہے۔ یہ جھوٹی خبریں اور معلومات ایک ہی دائرے کے اندر مخصوص لوگوں میں گردش کرتی رہتی ہیں، جن پر لوگوں کو سچائی کا گمان ہونے لگتا ہے۔ اور دوسرا خطرہ یہ ہے کہ سوشل میڈیا میں زیادہ تر ایک ہی فکر اور خیال لوگوں کے درمیان خیالات کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے، جس میں وہ اپنی سوچ اور فکر کے مطابق اور اسی کو صحیح ثابت کرنے کے لیے دلائل دیتے ہیں۔ تو اس عمل کے نتیجے میں لوگوں کو یہ غلط یقین ہو جاتا ہے کہ صرف انہی کے خیالات اور نظریات درست ہیں۔ اس سے معاشرے میں مختلف گروہی تقسیم ہو جاتی ہے۔ اور اس سے سچائی سامنے نہیں آتی ہے، کیونکہ سچائی کو کوئی جاننے یا ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ کسی بھی دوسرے میڈیا کی طرح سوشل میڈیا کے غلط استعمال سے معاشرے میں برائی کا خطرہ موجود ہے۔

عصر حاضر میں فیک نیوز، آزادیٔ اظہار رائے کے لیے ایک سب سے بڑا چیلنج بن کر سامنے آئی ہے۔ قرآن مجید نے خبر کی تحقیق اور تصدیق پر سخت زور دیا ہے۔ سورۃ الحجرات میں ارشاد ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ[5]

"اے ایمان والو، جب کوئی فاسق شخص تمہارے پاس خبر لے کر آئے، تو اس کی خوب تحقیق کیا کرو، ایسا نہ ہو کہ تم غفلت میں کسی قوم کو نقصان پہنچا دو اور بعد میں اپنے کیے پر شرمندہ ہو جاؤ"

اس اصول سے واضح رہنمائی ملتی ہے کہ غیر مصدقہ خبروں اور گمراہ کن معلومات کے اثرات بہت نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔ اور فیک نیوز نہ صرف افراد بلکہ ریاست اور حکومت کے نظام کے خلاف بھی استعمال ہوتی ہے، جس کے ذریعے حقائق کو مسخ کر کے غلط نظریات کی بنیاد پر رائے عامہ کو گمراہ کیا جاتا ہے۔

کئی سیاسی و مذہبی جماعتیں فیک نیوز کو استعمال کرتے ہوئے اپنے ایجنڈے کو فروغ دیتی ہیں۔ اور بعض اوقات حکومتیں اپنی سیاسی طاقت کو بڑھانے اور اپنے بیانیے کو عوام تک پہنچانے کے لیے اس کا سہارا لیتی ہیں۔ ڈیجیٹل اور سوشل میڈیا کے دور میں یہ

مسئلہ مزید شدت اختیار کر گیا ہے، کیونکہ ان پلیٹ فارمز پر معلومات کے پھیلاؤ کو روکنا یا کنٹرول کرنا آسان نہیں ہے۔ اس کے نتیجے میں معاشرتی انتشار اور ریاستی اداروں پر عوام کے اعتماد کی کمی جیسے مسائل میں اضافہ ہوتا ہے۔

فیک نیوز کے پھیلاؤ کی ایک بڑی وجہ **میڈیا کے استعمال سے متعلق علم کی کمی** ہے۔ عام افراد قابلِ اعتماد اور ناقابلِ اعتماد ذرائع میں فرق نہیں کر پاتے اور غیر مصدقہ خبروں پر یقین کر لیتے ہیں۔ اس طرح **معاشرے اور سیاست میں اختلاف** بڑھتا ہے، کیونکہ تقسیم شدہ معاشرے میں لوگ صرف انہی خبروں کو درست سمجھتے ہیں جو ان کے جانبدار نظریات کی تائید کرتی ہیں۔

اسلام کے نزدیک جھوٹ، بہتان اور بدگمانی سخت گناہ ہیں۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

يَآ اَيُّـهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْـرًا مِّنَ الظَّنِّۖ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْـمٌ[6]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، کثیر بدگمانیوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں"

اظہارِ رائے کی آزادی کے نام پر معاشرے میں اکثر ایسی جھوٹی خبریں اور افواہیں بھی نشر ہو جاتی ہیں جن سے معاشرتی انتشار اور شدت پسندی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ان نتائج کو دیکھتے ہوئے فیک نیوز کو کنٹرول کرنے کے لیے نئے قوانین اور پالیسیز بنائی جا رہی ہیں۔

پاکستان میں فیک نیوز کے مسئلے سے نمٹنے کے لیے **الیکٹرانک کرائمز ترمیمی ایکٹ 2025** میں اس کو جرم قرار دیتے ہوئے اس کی سزا مقرر کی گئی ہے۔ ایکٹ کے آرٹیکل 26 A کے مطابق، جو شخص جان بوجھ کر خبر پھیلائے گا۔ کہ اس سے عوام میں خوف و ہراس، افراتفری پھیلے یا ملک بدامنی پیدا ہو، تو اسے تین سال قید یا بیس لاکھ روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔[7]

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہر آزادی کو فرض اور ذمہ داری کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ آزادیٔ اظہار کے نام پر جھوٹا پروپیگنڈا، نفرت، تعصب اور انتشار کو فروغ دینا کسی مہذب معاشرے اور اسلام کے اصولوں کے مطابق قابل قبول نہیں ہے۔ اس لیے ایک متوازن نظام بہت ضروری ہے۔ کہ جس کے ذریعے اظہار رائے کو محفوظ رکھا جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی جھوٹ اور فتنہ انگیز معلومات کی روک تھام کو بھی یقینی بنایا جائے۔

ڈیپ فیک:

مصنوعی ذہانت (AI) یعنی آرٹیفیشل انٹیلیجنس کی تیز رفتار ترقی نے دنیا کے مختلف شعبوں کو متاثر کیا ہے، اور اس کے ساتھ کئی نئے چیلنجز بھی سامنے آ رہے ہیں۔ انہی چیلنجز میں سے ایک چیلنج ڈیپ فیک ہے، جس سے مراد وہ آڈیو، ویڈیو یا تصاویر ہیں جو آرٹیفیشل انٹیلیجنس AI کے ذریعے اس انداز میں تخلیق یا تبدیل کی جائیں کہ وہ حقیقی دکھائی دیں۔

یورپی یونین کے "آرٹیفیشل انٹیلی جنس ایکٹ" کے مطابق، ڈیپ فیک سے ایسی تخلیقات کی جاتی ہیں جو کسی فرد یا واقعے کو غلط انداز میں پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ دینے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ یہ ٹیکنالوجی نہ صرف معلوماتی نظام بلکہ انسانی حقوق، اعتماد اور سماجی ڈھانچے کو بھی خطرے میں ڈال رہی ہے۔

‘deep fake’ means AI-generated or manipulated image, audio or video content that resembles existing persons, objects, places, entities or events and would falsely appear to a person to be authentic or truthful[8]

اسلامی نقطۂ نظر سے جھوٹ بولنا اور کسی پر بہتان لگانا شدید گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔ قرآن مجید میں جھوٹ گھڑنے والے افراد کو کافر اور جھوٹا قرار دیا گیا ہے۔ اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے لیے دنیا و آخرت میں لعنت اور سخت عذاب بیان ہوا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِآيَاتِ اللّٰهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُوْنَ[9]

"جھوٹ وہ لوگ گھڑتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کی باتوں پر یقین نہیں ہوتا، اور وہی لوگ جھوٹے ہیں۔"

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ[10]

"بے شک جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور بہت بڑا عذاب ہے۔"

حدیث مبارکہ ہے:

وَمَنْ قَالَ فِي مُؤْمِنٍ مَا لَيْسَ فِيهِ أَسْكَنَهُ اللَّهُ رَدْغَةَ الْخَبَالِ، حَتَّى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ[11]

"اور جس نے کسی مؤمن کے بارے میں کچھ ایسا کہا جو اس میں نہیں تھا تو اللہ اس کا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا یہاں تک کہ اس نے جو کچھ کہا اس سے نکل آئے۔"

نبی کریم ﷺ نے بھی مؤمن پر جھوٹا الزام لگانے کو جہنمی قرار دیا۔ ان نصوص کی روشنی میں ڈیپ فیک کا جھوٹ پر مبنی استعمال اسلامی تعلیمات کے بالکل منافی ہے۔

ڈیپ فیک کے مثبت استعمال بھی ہیں، جیسے تعلیم، فنونِ لطیفہ اور خودکار نظاموں میں جدت۔ لیکن اس کے منفی پہلو اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہیں۔ اس میں ہراسانی، بلیک میلنگ، دھوکہ دہی، غیر اخلاقی مواد کی تیاری، سیاسی و سماجی انتشار اور قومی سلامتی کو خطرہ، شامل ہیں۔ یہ ٹیکنالوجی نہ صرف انفرادی سطح پر وقار اور رازداری کو متاثر کرتی ہے بلکہ معاشرتی سطح پر جمہوری عمل، عوامی اعتماد اور اداروں کی ساکھ کو بھی کمزور کرتی ہے۔[12]

تمام قوانین کی رو سے اظہارِ رائے کی آزادی بنیادی حق ہے۔ تاہم یہ آزادی مطلق نہیں بلکہ اس پر ایسی پابندیاں عائد کی جاسکتی ہیں جو عوامی نظم، اخلاقیات اور قومی سلامتی کے تحفظ کے لیے ضروری ہوں۔ اسی اصول کے تحت ڈیپ فیک جیسے گمراہ کن اور نقصان دہ مواد پر قانونی قدغن عائد کی جاسکتی ہے۔

قانونی پہلو سے ڈیپ فیک بدنامی (defamation) کے زمرے میں آسکتا ہے، جس میں جھوٹے بیانات یا ثبوت کسی فرد یا ادارے کی شہرت کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ عدالتوں میں ڈیجیٹل شواہد کی اہمیت بڑھ رہی ہے، لیکن ڈیپ فیک ان شواہد کو ناقابلِ اعتبار بنا سکتے ہیں، جس سے عدالتی عمل متاثر ہوتا ہے اور انصاف کی فراہمی میں تاخیر یا رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ مزید یہ کہ، ڈیپ فیک نسل، جنس یا مذہب کی بنیاد پر مخصوص گروہوں کے خلاف استعمال ہو کر معاشرتی تقسیم اور نفرت کو ہوا دے سکتا ہے۔

ڈیپ فیک ایک ایسی ٹیکنالوجی ہے جو کچھ مثبت استعمال کے مواقع فراہم کرتی ہے، تو اسی طرح اس کے منفی اثرات اظہار رائے کی آزادی، انسانی وقار، معاشرتی اعتماد، جمہوری اقدار اور عدالتی عمل کے لیے سنگین خطرات پیدا کر رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات، ملکی قوانین اور بین الاقوامی ضوابط اس بات پر متفق ہیں کہ جھوٹ اور بہتان پر مبنی اظہار کو محدود کیا جائے تاکہ معاشرے میں امن، عدل اور اعتماد قائم رہے۔

نفرت انگیز تقریر:

نفرت انگیز تقریر آج کے دور میں آزادئ اظہار کے حق سے جڑا ہوا ایک نہایت سنگین مسئلہ ہے۔ ایسی ہر تقریر یا تحریر جو کسی فرد یا گروہ کی مذہب، نسل، قومیت، رنگ، جنس یا دیگر شناختی بنیادوں پر تضحیک و تحقیر یا امتیازی سلوک کو فروغ دے، نفرت انگیز تقریر کہلاتی ہے۔ دنیا کے بیشتر ممالک نے اس قسم کے مواد کو معاشرتی اور مذہبی ہم آہنگی کے لیے خطرہ قرار دیا ہے۔ اور قانونی طور پر اس پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ اس کے باوجود یہ مسئلہ قائم ہے کہ آزادئ اظہار اور نفرت انگیز تقریر کو کنٹرول کرنے کے درمیان مناسب توازن کس طرح قائم کیا جائے۔

پاکستان کے الیکٹرانک کرائمز ایکٹ 2016 کے آرٹیکل 10A میں نفرت انگیز تقریر کے متعلق لکھا ہے:

Hate speech.- Whoever prepares or disseminates information. through any information system or device, that advances or is likely to advance inter-faith, sectarian or racial hatred, shall be punished with imprisonment for a term which may extend to seven years or with fine or with both.[13]

امریکہ میں آزادئ اظہار کو بہت وسیع معنوں میں لیا جاتا ہے اور وہاں نفرت انگیز تقریر کو بھی اس آزادی کے دائرے میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے وہاں اقلیتوں کو اکثر اس کے منفی اثرات و نتائج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ امریکہ میں عام طور پر نفرت انگیز تقریر کو پہلے آئینی ترمیم کے تحت تحفظ حاصل ہے، جب تک کہ وہ تشدد پر نہ اُکسائے۔

Congress shall make no law respecting an establishment of religion ,or prohibiting the free exercise thereof; or abridging the freedom of speech, orof the press; or the right of the people peaceably to assemble, and to petitionthe government for a redress of grievances.[14]

جیسا کہ *Brandenburg v. Ohio* کیس میں طے کیا گیا۔

In Brandenburg v. Ohio, Clarence Brandenburg—a Ku Klux Klan leader—spoke at a local Klan rally. As he addressed a crowd of hooded figures, he declared, "This is an organizers' meeting. We have had quite a few members here today . . We're not a revengent organization, but if our President, our Congress, our Supreme Court, continues to suppress the white, Caucasian

race, it's possible that there might have to be some revengeance taken." For this speech, Brandenburg was convicted under the Ohio Criminal Syndicalism statute, which made it illegal to advocate "crime, sabotage, violence, or unlawful methods of terrorism as a means of accomplishing industrial or political reform." He was fined $1,000 and sentenced for up to ten years in prison.[15]

یورپ اور دیگر خطوں میں نفرت انگیز تقاریر کے خلاف سخت قوانین موجود ہیں تا کہ معاشرتی انتشار اور گروہی کشیدگی کو روکا جا سکے۔ مختلف معاشروں میں آزادیٔ اظہار کے اصول، اقدار اور سیاسی حالات کے تحت متعین کیے جاتے ہیں۔

اسلامی نقطہ نظر سے آزادیٔ اظہار کو ایک بنیادی حق تسلیم کیا گیا ہے مگر یہ حق مطلق نہیں ہے۔ کسی فرد کی عزت، وقار اور مذہبی مقدسات کی توہین آزادیٔ اظہار کے دائرے میں نہیں آتی۔ قرآن و سنت کی روشنی میں تنقید صرف تعمیری اور اصلاحی پہلو رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں دوسروں کی دل آزاری یا فتنہ و فساد کو سختی سے منع کیا گیا ہے۔

سوشل میڈیا کے بڑھتے استعمال نے اگرچہ اظہار رائے کو عام کر دیا ہے۔ لیکن اس کا غلط استعمال بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ جھوٹی خبریں، بہتان تراشی اور نفرت انگیز بیانات، معاشرتی انتشار کا باعث بنتے ہیں۔ اور اس سے قومی سالمیت اور امن کے لیے بھی خطرہ بن جاتا ہے۔ اسی لیے ایسے قوانین کا نفاذ بہت ضروری ہو جاتا ہے۔ جس سے آزادیٔ اظہار کے حق کی حفاظت کی جا سکے اور اس کو بامقصد اور اصول و حدود میں مقید کیا جا سکے۔

مغربی معاشروں میں نفرت انگیز جرائم کو مختلف طریقوں سے روکا جاتا ہے: (1) تعصب پر مبنی جرائم کی سزا میں اضافہ، (2) جرم میں تعصب کو ایک اضافی عنصر کے طور پر شامل کرنا، اور (3) بعض بیانات کو کلیتاً غیر قانونی قرار دینا۔[16] لیکن، ان اقدامات کے باوجود یہ مسئلہ ویسے ہی برقرار ہے کیونکہ معاشرے میں اقلیتوں کی کمزور پوزیشن سے ان کا دفاع مشکل ہو جاتا ہے۔

کاؤنٹر اسپیچ یعنی نفرت انگیز تقریر کرنے والوں کے سامنے شہری اپنے حقوق اور مساوی شہری حیثیت کا ریلیوں، مظاہروں یا سوشل میڈیا کے ذریعے اظہار کریں۔ کوری بریٹش (Corey Brettsch) کا کہنا ہے کہ خود ریاست کو بھی اپنے عوامی نمائندوں کے ذریعے یا ان شہری تنظیموں کی حمایت کے ذریعے اس میں شامل ہونا چاہیے۔ لیکن، کاؤنٹر اسپیچ مشکل ہو سکتا ہے، جب نفرت انگیز تقریر کرنے والا شخص گمنام ہو یا متاثرہ فرد سے کہیں زیادہ طاقتور ہو۔[17]

اسلام اور مغرب دونوں کا تجربہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ آزادیٔ اظہار اپنی حدود کے بغیر معاشرتی بگاڑ کا سبب بن سکتی ہے۔ لہٰذا ایسا توازن قائم کرنا بہت ضروری ہے جو انفرادی آزادی کو تحفظ دے اور معاشرتی امن و ہم آہنگی کو فروغ دے۔ اور آزادیٔ اظہار کو ایسے ضابطوں میں رکھا جائے جو معاشرے کو انتشار سے بچائیں اور مثبت اور تعمیری اظہار کی راہ ہموار کریں۔

اسلاموفوبیا:

اسلامی نقطۂ نظر میں آزادی اظہار کو ایک اہم اخلاقی اور سماجی قدر تسلیم کیا گیا ہے لیکن اس کی حدود و قیود بھی واضح کی گئی ہیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں ایسا اظہار رائے جائز نہیں جو فتنہ، فساد، نفرت یا مذہبی مقدسات کی توہین کا باعث بنے۔ اسلامی تعلیمات اس بات پر زور دیتی ہیں کہ آزادی کے ساتھ ساتھ ذمہ داری بھی نبھائی جائے تاکہ معاشرتی ہم آہنگی اور امن قائم رہے۔

اسلاموفوبیا آزادئ اظہار کے منفی استعمال کے نتیجے میں ابھرنے والا ایک بہت بڑا عالمی مسئلہ اور چیلنج ہے۔ اس سے مراد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بلاجواز خوف، نفرت اور تعصب ہے۔ اسلاموفوبیا کو اکثر حق آزادی رائے کے نام پر فروغ دیا جاتا ہے، جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ عالمی امن کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اور معاشرتی و مذہبی ہم آہنگی بھی متاثر ہوتی ہے۔

11 ستمبر 2001ء میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملوں کے بعد اسلاموفوبیا میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ مغربی میڈیا نے مسلمانوں کو دہشت گردی کا ذمہ دار ٹھہرایا اور شدت پسند قرار دیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ امریکی اور یورپی ممالک میں ہزاروں مسلمان ظلم و تشدد، امتیازی سلوک کا شکار ہوئے۔ اس عمل نے مسلمانوں کے بنیادی، اور شہری حقوق اور مذہبی آزادی کے حصول میں مشکلات پیدا کیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَلَنۡ تَـرۡضٰى عَنۡكَ الۡـيَهُوۡدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمۡ[18]

"اور یہود اور نصاریٰ تم سے بالکل راضی نہیں ہوں گے کہ جب تک تم ان کے دین کی پیروی نہیں کر لیتے۔"

ڈاکٹر بٹرام وڈان نے اسلاموفوبیا کی چھ نمایاں اقسام بیان کی ہیں:

اسلام اور مسلمانوں سے خوف یا بے چینی، اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ تصور کرنا، مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں منفی اور جھوٹے تصورات کو فروغ دینا، مسلمانوں کو باقی معاشرے سے الگ اور مختلف ظاہر کرنا، مسلمانوں کے ساتھ امتیازی سلوک کرنا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف عمومی منفی رویہ اپنانا۔[19]

یہ رویہ مسلمانوں کو دہشت گرد بنا کر پیش کرنے، پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخانہ خاکے بنانے، مسلم علماء کو شدت پسند دکھانے اور اسلام کی اصل خوبصورتی کو مسخ کرنے کی صورت میں نظر آتا ہے۔ اسی طرح مغربی معاشروں میں مسلم کمیونٹیز کے ساتھ امتیازی سلوک بھی اسلاموفوبیا کی نمایاں مثال ہے۔

سوشل میڈیا نے اظہار رائے کو تو آسان بنایا ہے۔ لیکن اس مسئلے کو بہت پیچیدہ اور گھمبیر کر دیا ہے۔ اسلام کے خلاف نفرت انگیز تقاریر کو بھی بے تحاشا بڑھایا ہے۔ اسلاموفوبیا پر مبنی نفرت انگیز تقریر سوشل میڈیا پر مذہبی اور گروہی تقسیم پیدا کرتی ہے اور معاشرے پر نقصان دہ اثرات مرتب کرتی ہے۔

اسلاموفوبیا کے فروغ میں مستشرقین کا بہت اہم کردار ہے۔ مستشرقین نے اپنی مستشرقانہ پالیسیوں سے اسلام کی اصل روح اور مقصد کو پس پشت رکھتے ہوئے اس کو منفی رنگ میں پیش کیا، اور آج مغرب انہی پالیسیوں کو آزادئ اظہار کے حق کے نام پر

استعمال کر رہا ہے۔ حضور ﷺ کی شان میں توہین کے مرتکب ہوتے ہوئے گستاخانہ خاکے اور فلمیں اور مسلمانوں کو عالمی سطح پر دہشت گردی کا ذمہ دار ٹھہرانا انہی پالیسیوں کا تسلسل ہیں۔

اسلاموفوبیا ایک فکری اور مذہبی مسئلہ سے بڑھ کر منظم عالمی تحریک کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ مغربی دنیا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت پر مبنی پالیسیوں کو فروغ دے رہی ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو سیاسی و معاشرتی اور اخلاقی طور پر کمزور کرنا اور ان کو ان کے مذہب اسلام سے دور کرنا ہے۔

اسلاموفوبیا مسلمانوں کے مذہبی حقوق اور شناخت پر حملہ ہے ۔ اور اسی کے ساتھ یہ عالمی امن، بین المذاہب مکالمے اور معاشرتی ہم آہنگی کے لیے بھی سنگین خطرہ ہے۔ اس کے لیے اسلام کی مثبت تصویر کو اجاگر کرنا ضروری ہے۔ اور میڈیا پر اسلام مخالف بیانیہ ختم کیا جائے، اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر نفرت انگیز تقریر کے پھیلاؤ کو مؤثر انداز میں روکا جائے۔

سیاسی دباؤ:

آزادی اظہار رائے جمہوریت کی بنیاد ہے۔ جس میں عوام کو تقریر و تحریر کی آزادی دی جاتی ہے۔ اور شہریوں کو مختلف آراء رکھنے ، معلومات اور تنقیدی خیالات تک رسائی دیتی ہے۔ یہ سیاست و سماج کی مضبوطی کا ذریعہ ہے۔ اور اس سے معاشرے میں کثرت رائے، اور رواداری کو فروغ ملتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ کچھ قانونی مسائل بھی وابستہ ہیں، خاص طور پر جب بات سیاسی دباؤ، ریاستی سالمیت اور قومی مفاد کی ہو۔

مغربی جمہوریتوں میں آزادی اظہار کو ایک بنیادی قدر سمجھا جاتا ہے، جہاں صحافت، ادب، فلم، شاعری اور دیگر فنون کے ذریعے اختلافی رائے کو بھی قبولیت حاصل ہے۔ لیکن، جب کوئی رائے ریاستی سلامتی یا سیاسی استحکام کے لیے خطرہ سمجھی جائے تو اکثر حکومتیں اس پر پابندیاں عائد کرتی ہیں۔ اسی طرح ڈیجیٹل ٹیکنالوجی نے اس بحث کو مزید پیچیدہ اور گھمبیر بنا دیا ہے، کیونکہ فیک نیوز، ڈیپ فیک اور سوشل میڈیا پر چلنے والی جعلی مہمات عوامی رائے اور جمہوری عمل کو متاثر کرتی ہیں۔ اور ان کے ذریعے رائے عامہ کو گمراہ کرنے کے کئی واقعات سامنے آچکے ہیں جو ووٹرز کی ترجیحات کو بدل سکتے ہیں۔ اس لیے شفافیت اور معلومات کے درست ذرائع تک رسائی آج ایک بڑا چیلنج ہے۔[20]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطبہ خلافت اسلامی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔ اور حکومتی امور میں قائد اور عوام کے ساتھ تعلق کے حوالے سے رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق کا یہ قول دراصل قیادت میں شفافیت، احتساب، اور جواب دہی کے اصولوں کو واضح کرتا ہے۔

آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا:

امابعد ایھا الناس فانی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم، فان احسنت فاعینونی وان اسات فقومونی، الصدق امانۃ والکذب خیانۃ، والضعیف فیکم قوی عندی حتی اریح علیہ حقہ ان شاء اللہ، والقوی فیکم ضعیف عندی حتی اخذ الحق منہ ان شاء اللہ، لایدع قوم الجھاد فی سبیل اللہ الاضربھم اللہ بالذل، ولاتشیع الفاحشۃ فی قوم الاعمھم اللہ بالبلاء، اطیعونی مااطعت اللہ ورسولہ، فاذاعصیت اللہ ورسولہ فلاطاعۃ لی علیکم، قوموالی صلاتکم یرحمکم اللہ[21]

حضرت ابو بکر صدیق نے اپنے پہلے خطاب میں مساوات کا جو اصول بیان کیا، وہ اسلام کے قائم کردہ اصولوں میں سے ایک ہے۔ اور یہ قانون اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ حضرت ابو بکر نے لوگوں میں عدل وانصاف کے قیام اور مساوات کے لیے اللہ تعالی کے احکامات اور سنت رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی پیروی کی۔ اور آپ نے اپنے دور خلافت میں اسلام کا نظام عدل وانصاف کا فوری طور پر نفاذ کیا۔ خلافت کا نظام سنبھالنے کے ساتھ ہی سے آپ نے ان بلند اصولوں پر عمل درآمد شروع کر دیا۔ کیونکہ اسلامی تعلیمات کی رو سے عدل وانصاف حاکم وقت اور رعایا دونوں کے لیے عزت کا باعث ہے۔

پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 19 کے تحت آزادی اظہار بنیادی حق ہے لیکن اس پر بعض پابندیاں عائد کی جاسکتی ہیں، خصوصاً جب ریاستی سلامتی، مذہب یا اخلاقی اقدار کو خطرہ لاحق ہو۔ اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حکومتیں تنقید اور مخالف آراء کو ریاست کے خلاف قرار دے کر قانونی کارروائیاں کرتی ہیں۔ جس سے اظہار رائے کا دائرہ مزید محدود ہو جاتا ہے۔ اس طرح میڈیا، جو کہ جمہوری معاشرے کا محافظ اور اہم رکن سمجھا جاتا ہے، اکثر ریاستی دباؤ کا شکار رہتا ہے۔

اسلام مسلمان کو اپنی رائے کا اظہار کرنے کا حق دیتا ہے۔ اور ساتھ میں یہ حد بتاتا ہے کہ اس کی رائے قرآن وسنت کے منافی نہ ہو یا وہ رائے نہ ہو کہ جسے اسلام نے حرام قرار دیا ہو۔ پھر خواہ اس کی یہ رائے خلیفہ کی اختیار کردہ رائے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو یا مسلمانوں کی اکثریت اس کی رائے سے اختلاف ہی کیوں نہ کرتی ہو۔ معاشرے میں ہونے والی ہر برائی پر کلمہ حق بلند کرنا مسلمان کا شرعی فرض ہے۔ اس میں چھوٹ صرف اسی صورت میں ہے کہ اگر وہ آواز بلند کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ[22]

"تم میں سے جو شخص منکر کام دیکھے اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ کی قوت سے بدل دے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل میں برا سمجھے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔"

یہ شفاف ریاستی نظام کی بنیاد اور احتساب کی راہ مہیا کرتا ہے۔ جہاں حکومت کا نظام شفاف ہو گا۔ وہاں لوگوں کا نظام پر اعتماد بڑھتا ہے۔ اور اس کی حیثیت کو ہر ادارے اور ہر سطح پر قبول کیا جاتا ہے۔ لیکن جب حکومت کسی مسئلہ کا حل طاقت کے زور پر تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ جس سے عوام کے بنیادی حقوق کو نقصان پہنچے۔ تو اس سے یقینی طور پر لوگوں میں انفرادی یا اجتماعی طور پر منفی رد عمل پیدا ہوتا ہے۔ بنیادی مسئلہ لوگوں کے سیاسی، سماجی، قانونی، معاشرتی اور معاشی حقوق کی پاسداری اور اس کے شفاف نظام سے ہے۔ جب نظام حکمرانی ریاست کے ان بنیادی اصولوں کو نظر انداز کرے گا۔ تو لوگوں کا اس اظہار پر غصہ بھی منفی رد عمل کے طور پر سامنے آئے گا۔

مجموعی طور پر ریاست اور عوام میں آزادی اظہار کے حوالے سے ایک توازن قائم کرنا ضروری ہے۔ یہ معاشرتی وسیاسی ترقی اور عوامی خوشحالی کے لیے ضروری ہے۔ اور نفرت انگیزی، انتہاپسندی اور فتنہ وفساد سے بچنے کے لیے اس کی حدود مقرر کرنا بھی ضروری ہے۔ اصل چیلنج یہ ہے کہ ایسی واضح اور منصفانہ پالیسی بنائی جائے جو شہریوں کو کھل کر اظہار کا حق دے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ قومی سلامتی، سماجی استحکام اور اخلاقی اقدار کو بھی محفوظ رکھے۔ یہی وہ راستہ ہے جو اسلام اور ایک صحت مند جمہوری نظام دونوں کے لیے لازمی ہے۔

توہین مقدسات:

آزادیٔ اظہار رائے کو انسانی حقوق میں ایک اہم حق سمجھا جاتا ہے۔ لیکن جب یہ حق مذہبی مقدسات کی توہین کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ تو یہ معاشرتی امن و امان، رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے شدید خطرہ بن جاتا ہے۔ بعض ممالک کے قوانین صرف ان ہی کے مذہب کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور باقی پیغمبروں، آسمانی کتب اور مذہبی شخصیات و شعار کی توہین کو آزادیٔ رائے کا حصہ قرار دیتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ اور عالمی برادری میں شدت پسندی، تنازعات اور معاشرتی تقسیم پیدا ہوتی ہے۔ اور بعض ممالک میں اس عمل کو جرم قرار دیا گیا ہے تاکہ مذہبی ہم آہنگی برقرار رہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق مذہبی مقدسات کی توہین ایک انتہائی سنگین جرم ہے۔ قرآن مجید میں ایسے افراد پر اللہ کی لعنت اور دنیا و آخرت میں ذلت آمیز عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔ متعدد آیات اور احادیث اس بات کی وضاحت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کی گستاخی ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ الَّ۔ذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰ۔ ہٗ وَرَسُوۡلَ۔ہٗ لَعَنَ۔ہُ۔مُ اللّٰ۔ ہُ فِی ال۔دُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَ۔ہُ۔مۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا[23]

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذاء پہنچاتے ہیں ان پر اللہ کی دنیا اور آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے"

اسلامی تاریخ میں بھی ایسے افراد کے خلاف سخت رویہ اپنایا گیا جو توہین رسالت کے مرتکب ہوئے، جیسا کہ کعب بن اشرف کے واقعے سے ظاہر ہوتا ہے۔

قَالَ: مَنۡ لِکَعۡبِ بۡنِ الۡاَشۡرَفِ فَاِنَّہٗ قَدۡ آذَی اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ، قَالَ: مُحَمَّدُ بۡنُ مَسۡلَمَۃَ اَتُحِبُّ اَنۡ اَقۡتُلَہٗ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ، قَالَ: نَعَمۡ، قَالَ: فَاَتَاہُ، فَقَالَ: اِنَّ ہٰذَا یَعۡنِي النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَدۡ عَنَّانَا وَسَاَلَنَا الصَّدَقَۃَ، قَالَ: وَاَیۡضًا وَاللّٰہِ لَتَمَلُّنَّہٗ، قَالَ: فَاِنَّا قَدِ اتَّبَعۡنَاہُ فَنَکۡرَہُ اَنۡ نَدَعَہٗ حَتّٰی نَنۡظُرَ اِلٰی مَا یَصِیۡرُ اَمۡرُہٗ، قَالَ: فَلَمۡ یَزَلۡ یُکَلِّمُہٗ حَتَّی اسۡتَمۡکَنَ مِنۡہُ فَقَتَلَہٗ[24]

"رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: کعب بن اشرف کا قتل کون کرے گا؟ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو بہت تکلیفیں پہنچا چکا ہے۔ محمد بن مسلمہ نے عرض کی، اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا آپ مجھے اس کے قتل کی اجازت دیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں، پھر محمد بن مسلمہ، کعب یہودی کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے کہ نبی کریم ﷺ نے تو ہمیں تھکا دیا' اور ہم سے آپ ﷺ زکوٰۃ مانگتے ہیں۔ کعب نے کہا کہ قسم اللہ کی، ابھی کچھ بھی نہیں ہے ابھی تو اور مسائل میں پڑو گے۔ محمد بن مسلمہ کہنے لگے کہ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے ان کی بیعت کرلی ہے۔ اس لیے ہم اس وقت تک ان کا ساتھ نہیں چھوڑ نا سکتے، جب تک ان کے امر کا انجام نہ دیکھ لیں۔ اسی طرح محمد بن مسلمہ اس سے باتیں کرتے رہے۔ اور آخر کار موقع پا کر اسے قتل کر دیا۔"

اسلام صرف اپنے مذہبی شعائر کی ہی نہیں بلکہ دیگر مذاہب کے مقدسات کی بھی حفاظت کی تعلیم دیتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بیت المقدس کی فتح کے بعد اہل ایلیا کو ان کے جان و مال اور گرجا گھروں کے تحفظ کی ضمانت دی، جو مذہبی رواداری کی بہترین مثال ہے۔

ابن خلدون میں یہ واقعہ اس طرح سے بیان ہوا ہے:

ھذا ما اعطی عبد اللہ عمر امیر المومنین اھل ایلیاء من الامان اعطاھم امانا لانفسھم واموالھم وکنائسھم وصلبانھم دسقیمھا وبرھا وسائر ملتھا انہ لایسکن کنائسھم ولاینقض منھا ولا من غیرھا ولا من صبلھم ولا من شئی من اموالھم ولا یکرھون علی دینھم ولا یضار احد ھم منھم [25]

"یہ اللہ کے بندے عمر کی طرف سے اہل ایلیا کو دی جانے والی امان ہے۔ ان کی جان، مال، گرجاگھر، صلیب، بیمار، تندرست، اور ان کے اہل مذہب کو امان دی جاتی ہے۔ کسی کو ان کے کنیسہ میں رہائش رکھنے کا اختیار نہیں ہو گا۔ اور نہ ہی وہ گرائے جائیں گے۔ نہ ان کو اور نہ ہی ان کے احاطے کو کسی قسم کا نقصان پہنچایا جائے گا۔ اور نہ ان کے اموال میں کچھ کمی کی جائے گی اور مذہب کے بارے میں ان پر کوئی سختی نہیں کی جائے گی۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کوئی ضرر یا نقصان پہنچایا جائے گا"

یورپی ممالک جیسے جرمنی اور فرانس میں آزادئ اظہار کی حدود موجود ہیں۔ وہاں اگر کوئی شخص ایسی کتاب لکھتا ہے جس میں ہولوکاسٹ پر شکوک وشبہات ظاہر کیے جائیں، تو اسے جُرمانہ یا قید کی سزا ہو سکتی ہے۔ لیکن جب وہاں اسلامی شعار، شخصیات اور حضور ﷺ کی ذات پر حملے کیے جاتے ہیں۔ انہیں موضوع طنز ومزاح بنایا جاتا ہے۔ اور گستاخانہ خاکے وفلمیں بنائی جاتی ہیں۔ تو وہاں کا قانون اس کو آزادی اظہار رائے کا نام دیتا ہے۔ اور ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی جاتی ہے۔

برطانوی مؤرخ ڈیوڈ ارونگ کی مثال اس تضاد کو واضح کرتی ہے۔ اس نے آسٹریا میں تقریر کرتے ہوئے، ہولوکاسٹ کا انکار کیا۔ اور اس انکار کی سزا کے طوپر اسے تین سال کے لیے جیل میں جانا پڑا۔ [26]

سلمان رشدی نے اسلام اور حضور ﷺ کے بارے گستاخانہ زبان استعمال کرتے ہوئے متنازع کتاب (شیطانی آیات) کے نام سے شائع کی۔ جس کے شائع ہونے پر دنیا بھر کے مسلمانوں نے حضور ﷺ کی ناموس کی خاطر احتجاج کیا اور کئی مسلمان ان احتجاج کے نتیجے میں ناموس رسالت پر قربان ہو گئے۔ سلمان رشدی کا موقف تھا کہ اس نے بطور ادیب آزادی اظہار کا حق استعمال کیا ہے۔ برطانیہ کے مسلمانوں نے سلمان رشدی اور اس کتاب کے خلاف مجسٹریٹ کے پاس مقدمہ درج کرایا۔ جس نے یہ کہہ کر درخواست مسترد کر دی کہ توہین کا تعلق صرف مسیحیت سے ہے۔ [27]

تسلیمہ نسرین کو اس وجہ سے مغرب نے تحفظ فراہم کیا کہ اس نے قرآن کریم کے ناقابل تغیر وتبدل ہونے کے عقیدہ پر یہ کہہ کر ضرب لگانے کی کوشش کی کہ آج کے دور کے حالات کی روشنی میں قرآن کریم میں ترامیم کی ضرورت ہے۔ [28]

سلمان رشدی کی کتاب شیطانی آیات اور تسلیمہ نسرین کے بیانات ایسے ہی واقعات ہیں جنہوں نے مسلم دنیا میں شدید ردعمل پیدا کیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آزادئ اظہار کے اصول مغرب میں مکمل طور پر یکساں نہیں ہیں۔

پاکستان میں توہین مذہب کے حوالے سے سخت قوانین موجود ہیں۔ پاکستان پینل کوڈ کی دفعات 295 [29] A, B, C کے تحت توہین رسالت اور توہین قرآن جیسے جرائم پر سخت سزائیں مقرر ہیں، جن میں بھاری جرمانے، سزائے موت اور عمر قید بھی شامل ہیں۔ ان قوانین کا مقصد یہ ہے کہ مذہبی آزادی کو یقینی بنایا جائے اور کوئی بھی شخص مذہبی عقائد کی توہین کر کے معاشرتی فساد کو برپا نہ کرے۔ بعض اوقات ان قوانین پر عالمی انسانی حقوق کی تنظیموں کی جانب سے تنقید بھی کی جاتی ہے، لیکن پاکستانی معاشرے کے تناظر میں یہ مذہبی ہم آہنگی اور امن قائم رکھنے کے لیے ناگزیر سمجھے جاتے ہیں۔

آزادیٔ اظہار رائے اور مذہبی مقدسات کا احترام ایک ایسا حساس مسئلہ ہے جس پر بین الاقوامی سطح پر مشترکہ اصول طے کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام آزادیٔ اظہار کا قائل ہے لیکن یہ آزادی اس وقت تک جائز ہے جب تک کہ اس سے دوسروں کے عقائد اور مقدسات کو ٹھیس نہ پہنچے۔ اس کے برعکس، مغرب میں اظہار کی آزادی کو وسیع تر مانا جاتا ہے وہاں بعض معاملات پر پابندیاں ہیں۔ لیکن ان کے نفاذ کا مقصد اسلام کو تحفظ فراہم کرنا نہیں ہوتا ہے۔ اسی لیے اظہار رائے کی آزادی کو محفوظ رکھنے اور مذہبی مقدسات کی حرمت کو برقرار رکھنے کے لیے بہترین نظام، جو کہ نظام اسلام ہے، کا نفاذ ضروری ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جو دنیا میں امن، رواداری اور باہمی احترام کو فروغ دے سکتا ہے۔

حوالہ جات

[1] فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز، لاہور، 2005ء، ص:18

[2] Freedom of Expression, CLD, Halifax and IMS, Copenhagen, 2014, 2

[3] البیہقی، احمد بن الحسینی، دلائل النبوۃ معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1408ھ، ص:81

[4] The Prevention of Electronic Crimes Act(PECA),2016

[5] القرآن، الحجرات، 6:49

[6] القرآن، الحجرات، 12:49

[7] PECA, Article 26A

[8] The European Artificial Intelligence Act, 2024, Article 3(60)

[9] القرآن، النحل، 105:16

[10] القرآن، النور، 23:24

[11] ابی داؤد، سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیہ، باب فیمن یعین علی خصوۃ من غیر ان یعلم امرھا، رقم الحدیث:3597

[12] Bobby Chesney ,Danielle Citron,Deep Fakes: A Looming Challenge for Privacy, Democracy, and National Security, California law review,California, 2019 ,107:1753,1769-1786

[13] PECA, Section10A

[14] American Bill of Rights, Amendment I

[15] Brandenburg v. Ohio, Accessed, May 11, 2025 https://constitutioncenter.org/the-constitution/supreme-court-case-library/brandenburg-v- ohio

[16] Sergio AbdusSalĀm, Some remarks on western and Islamic perceptions of the law: with a reference to the right to freedom of speech, Afkar,Karachi, 2010, 11, 209

[17] Matteo Bonotti, Jonathan Seglow, Freedom of expression, Philosophy compass,2021,16:7,5

[18] القرآن، البقرہ، 120:2

[19] Bertram Vidgen, Tweeting Islamophobia: Islamophobic hate speechamongst followers of UK political parties on Twitter, Wolfson College, University of Oxford,2019, 131-147

[20] Nigel Warburton, Free Speech,Oxford University Press, NewYork,2009, 3

[21] ابن کثیر، عماد الدین، البدایۃ والنہایہ، مکتبہ المعارف، بیروت، ج:6، ص:301

[22] مسلم، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الإیمان، رقم الحدیث:177

[23] القرآن، الاحزاب، 57:33

[24] بخاری، صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب الکذب فی الحرب، رقم الحدیث:3031

[25] ابن خلدون، عبد الرحمن، تاریخ ابن خلدون، دارالاشاعت، کراچی، 2009ء، ج:2، ص:271

[26] David Irving Case, Accessed, August 22, 2025 https://ericfichtl.org/articles/free-speech-and-the-limits-of-tolerance-the-case-of-david-irving

[27] Ismael Qureshi, Muhammad the messenger of God and the law of blasphemy in Islam , Nuqoosh,Urdu Bazar,Lahore,2008, 90

[28] Mahbuba Sarker Shama, Women as second sex: interpreting TaslimaNasrin's Poetries from feminism and postcolonial perspective, Linguarum Universe, 2025,2:2, 236

[29] پاکستان پینل کوڈ، سیکشن 295(A,B,C)